نام کتاب	:	حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال و جمال
نام مصنف	:	جناب امیر افضل خان
ناشر	:	۱۵۔ ذیشان کالونی، قاب لائنز، راولپنڈی
صفحات	:	۵۵۱
قیمت	:	۱۵۰ روپے سادہ جلد، ۱۸۰ روپے مجلد
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر محمد طفیل☆

سیرت طیبہ پر لکھی جانے والی کتاب "حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال و جمال" کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے۔ کہ یہ کتاب فاضل مصنف کی پہلی کتاب "جلال مصطفیٰ" کا توسیعی ایڈیشن ہے۔ "جلال مصطفیٰ" میں حضور پاک کی جنگی حکمت عملی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور عہد رسالت کی تراسی جنگوں اور مہمات سے متعارف کرایا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب کے بارے میں خود فاضل مصنف لکھتے ہیں۔ "اس کتاب کی ضخامت پہلی کتاب سے تین گناہ ہے۔ جلال کے علاوہ جمال کے پہلو کو بھی آشکارا کرتی ہے" (ص ۷)

فاضل مصنف نے اپنی تصنیف کو ۲۷ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے تین ابواب میں عام نظریات پیش کئے گئے ہیں جیسے "اسلامی فلسفہ حیات"، "صراط مستقیم" اور "باطل فلسفے" وغیرہ۔ ان ابواب میں فاضل مصنف نے سیرت طیبہ اور اسلامی تعلیمات سے استفادہ کر کے مذکورہ موضوعات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ جب کہ چوتھا باب ولادت نبوی کے وقت عالمی حالات کا عمومی جائزہ پیش کرتا ہے۔ سیرت طیبہ یا حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز پانچویں باب (ص ۱۱۷) سے ہوتا ہے اور چوبیسویں باب کے اختتام (ص ۴۹۴) پر واقعات سیرت مکمل ہو جاتے ہیں۔ جبکہ پچیسواں باب "اسلام کا فلسفہ دفاع" بیان کرتا ہے۔ چھبیسویں باب میں "اسلام کا نظام حکومت" زیر بحث لایا گیا ہے اور آخری باب میں فاضل مصنف نے اپنے والدین، اساتذہ اور دوستوں کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح کتاب کے ۵۵۱ صفحات میں سے ۴۱۳ صفحات میں سیرت طیبہ بیان کی گئی ہے۔

☆ ریسرچ فیلو، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

"حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال و جمال" کے مصنف ایک ریٹائرڈ فوجی ہیں۔ ان کا طرز تحریر، منہج استدلال اور استخراج نتائج عسکری نوعیت کے ہیں۔ وہ حیات رسول کو جنگی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کی رائے میں مکی زندگی جہاد بالنفس اور مدنی زندگی جہاد بالسیف سے عبارت ہے جسے فاضل مصنف نے "اجتماعی جہاد" کا نام دیا ہے جو ایک مبہم اصطلاح ہے۔ (ص ۱۰) ان کی رائے میں جہاد کے ذریعے ہی مسلمان صراط مستقیم کی منزل پا سکتے ہیں۔ لہٰذا فاضل مصنف نے اپنی تصنیف کا مقصد یوں بیان کیا ہے "تمام جائزوں اور تبصروں میں بڑا مقصد یہ سامنے رکھا کہ قوم میں وحدت فکر و عمل پیدا ہو" (ص ۱۱)

فاضل مصنف نے کتاب ترتیب دیتے وقت یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ عنوان قائم کر کے متعلقہ معلومات بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد نیا عنوان قائم کر کے مواد پیش کرتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ہر باب کو کئی کئی ذیلی موضوعات میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کے آخر میں "خلاصہ" کے تحت وہ ہر باب کی معلومات اختصار کے ساتھ دوبارہ بھی پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب کو اس کے نام کی طرح دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے کہ مکی زندگی جو جہاد بالنفس سے عبارت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "جمال" کی عکاس ہے۔ جبکہ آپ کی مدنی زندگی "جلال" کی آئینہ دار ہے۔ فاضل مصنف نے مکی زندگی کے واقعات بیان کرتے وقت جابجا نصیحت و موعظت کو پیش نظر رکھا ہے اور مدنی زندگی کو جہاد کی زندگی کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور واقعات سیرت سے جہاد کے اصول و ضوابط مستنبط کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

زیر نظر کتاب میں حیات طیبہ اور واقعات سیرت زمانی ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں، کہ یہ کتاب ولادت نبوی سے شروع ہوتی ہے اور وصال نبوی پر ختم ہو جاتی ہے۔ مکی زندگی کے واقعات ابواب اور ان کے ذیلی عنوانات کے تحت تحریر میں آئے ہیں۔ جبکہ مدنی زندگی کے واقعات عموماً سن وار بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کو عام فہم بنانے کے لئے اس میں متعدد معلوماتی چارٹ بھی شامل کئے گئے ہیں۔ اور علامہ اقبال کے ولولہ انگیز اشعار بھی جابجا زینت کتاب ہیں۔ جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔

فاضل مصنف کے نظریات کا جائزہ لیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمہوریت پر یقین نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ آمریت کے قائل ہیں۔ جسے وہ اللہ تعالیٰ کی آمریت کا نام دیتے ہیں۔ ان کے

کتاب	:	ماہ فضل و کمال
مولف	:	شاہ ابن مسعود قریشی
ناشر	:	القاسم اکادمی، ۲۸۵ - جی ٹی روڈ، باغبان پورہ - لاہور
اشاعت	:	مئی ۱۹۹۵ء
صفحات	:	۵۰۴
قیمت	:	۱۷۵ روپے
تبصرہ نگار	:	اختر راہی ☆

فقیر والی، ضلع بہاول نگر کی ایک بستی ہے جس کی دور و نزدیک پھیلی ہوئی شہرت کا بڑا سبب مدرسہ قاسم العلوم ہے۔ اس مدرسے کی بنیاد مولانا اشرف علی تھانوی کے تربیت یافتہ اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل، درویش صفت عالم دین مولانا فضل محمد (۱۹۰۴ء - ۱۹۸۱ء) نے اگست ۱۹۳۷ء میں چک نمبر ۱۱۰ (فورٹ عباس) میں رکھی تھی جو چھ ماہ بعد فقیر والی منتقل کر دیا گیا۔ مدرسے کے روز تاسیس کے بعد مولانا فضل محمد نے اس کی تعمیر و ترقی کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا اور بلاشبہ اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہوئے۔ بڑے شہروں کی رونق اور آمدورفت کی سہولتوں سے محروم ہونے کے باوجود مدرسہ قاسم العلوم کو لائق اساتذہ اور محنتی طلبہ میسر آئے۔ مولانا فضل محمد نے دوسرے مدارس میں رائج درس نظامی کو من و عن اپنانے کی بجائے اس میں دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ترمیم و اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک جامع سوالنامہ مرتب کیا اور مشاہیر اہل علم و دانش سے مراسلت کی۔ اس مراسلت کی روشنی میں جو آٹھ سالہ نصاب مرتب ہوا، اس میں مولانا محمد ناظم ندوی (سابق شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بہاول پور) کے الفاظ میں "قدیم نصاب کے تمام محاسن موجود ہیں اور اس کا اشکال مفقود ہے۔" اساتذہ کی فراہمی اور اچھے نصاب کی تشکیل کے ساتھ مولانا فضل محمد کے ذوق کتب شناسی کے نتیجے میں مدرسے میں ایک ایسا کتب خانہ فراہم ہو گیا ہے جو اساتذہ و طلبہ کی ضروریات تو پوری کرتا ہی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ اصول الدین۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ہے' اس کے ساتھ برصغیر کی تاریخ و سیاست کے موضوعات پر داد تحقیق دینے والوں کے لیے بھی بیش بہا خزانہ ہے۔ کتب خانے میں وقیع کتابوں کے ساتھ رسائل و جرائد کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے اور اس حوالے سے مدرسہ قاسم العلوم کا کتب خانہ پاکستان کے تمام مدرسہ میں سرفہرست ہے۔

کم و بیش ۴۴ سال مدرسے کی تعمیر و ترقی میں مصروف رہنے کے بعد جب ۱۹۸۱ء میں مولانا فضل محمد کو داعی اجل کا بلاوا آیا تو ان کے ایک فیض یافتہ شاہ ابن مسعود قریشی نے ان کی زیر نظر سوانح عمری لکھنا شروع کی جو سال ڈیڑھ میں مکمل ہو گئی' مگر کل امر مرہون باوقاتہا کے مصداق مئی ۱۹۹۵ء سے پہلے شائع نہ ہو سکی۔ صاحب سوانح کی علمی و دینی شخصیت اور مولف کے ذوق ترتیب و تدوین نے "ماہ فضل و کمال" کو ایک اچھی سوانح عمری بنا دیا ہے۔ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ صاحب سوانح کے تذکرے کے لئے مختص ہے۔ دوسرا حصہ ان کے نام مشاہیر اہل علم کے مکتوبات اور خود ان کے چند مکتوبات پر مشتمل ہے۔ تیسرا حصہ مدرسہ قاسم العلوم کی مختصر تاریخ ہے۔

"ماہ فضل و کمال" کے مطالعے سے اس امر پر بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں دینی مدارس کے طلبہ کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا تھا۔ اساتذہ کا ذوق تدریس کیسا تھا؟ طلبہ کی کفالت کی کیا کیفیت تھی اور اساتذہ و طلبہ کے درمیان کیسا تعلق خاطر رہتا تھا۔ مولانا فضل محمد کو زمانہ طالب علمی میں مولانا اشرف علی تھانوی کے دامن فیض سے منسلک ہونے کا موقع ملا۔ اس سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانوی نے انہیں جو مکتوبات لکھے' گو وہ بہت مختصر ہیں بلکہ بعض یک سطری ہیں' مگر ان سے "شیخ وقت" کی منضبط زندگی' اصلاح سوچ اور تربیتی انداز کو ایک حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مولانا اعزاز علی دیوبندی اور مولانا محمد نعیم دیوبندی کے مکتوبات سے تقسیم ہند سے پہلے کی کشمکش اور بالخصوص دینی طبقے کی سوچ نمایاں ہوتی ہے۔ مولانا سید اصغر حسین دیوبندی' صاحب سوانح کے استاد ہیں۔ ان کا ایک مکتوب شاہ محمد غوث گوالیاری کی "جواہر خمسہ" کے بارے میں چشم کشا ہے۔ "جواہر خمسہ" کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ یہ کتاب اس لیے قابل اعتبار نہیں کہ خود محمد غوث گوالیاری نے مرتب نہیں کی۔ اس کا مطالعہ ہرگز جائز نہیں۔ اس میں متعدد مقامات ایسے ہیں جو گمراہی کا باعث ہیں۔ (ص ۲۱۷)